© rasailojaraid.com

اصلاحی مرحوم۔ حیات و خدمات۔ سابق امیر جماعت اسلامی ہند۔ صفحات ۲۰۸، کاغذ نیوز، سرورق رنگین مع تصویر مولینا ابو اللیث اصلاحی۔ قیمت خاص نمبر ۱۵ روپے۔ پتہ: ۲۳۰ ابوالفضل ا-انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵، مالی امور کے لیے "رفیق منزل" نئی دہلی ۲۵-انڈیا۔

وقت کے چیلنج بالعموم بعض نمایاں شخصیتوں کا رتبہ گھٹا دیتے ہیں، اور بعض نئے رجال کار کو ابھار کر آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دیتے ہیں۔ خاص طور سے دینی دائرے میں اور مزید امتیازی طور پر تحریکات اسلامی کے حلقوں میں یہ منظر بار بار دیکھا کہ آسمان تاریخ پر نئے نئے چاند اور نئے نئے ستارے نور پاش ہوتے رہے۔ ایسی ہی ایک شخصیت مولینا ابواللیث اصلاحی مرحوم کی تھی۔ مدرسہ اصلاح میں ان کا بڑا مقام تھا لیکن ان کی صلاحیتیں جب تحریک اسلامی کو حاصل ہوئیں تو وہ ہندوستان بھر کی ایک ممتاز شخصیت بن گئے اور ان کی سادگی، درویشی اور خدا پرستی اور انسان دوستی اور حکمت و تدبر کی کرنیں ہر طرف پھیلنے لگیں۔ یہاں تک کہ جب وہ لاکھوں دلوں کی دھڑکن بن گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیائے امتحان سے اٹھا لیا اور ایک تازہ دم صاحب صلاحیت کو ان کی جگہ امتحان زندگی کے علاوہ امتحان عاشقی میں ڈال دیا۔

میں اس ماہنامے کے خاص نمبر کو چند سطری عبارت کے ذریعے بھی متعارف کرا سکتا تھا، مگر یہ نمبر چونکہ مولانا ابوللیث کی ذہنی، قلبی اور اخلاقی خوبیوں کو جاننے کا ایک اچھا ذریعہ ہے اس لیے قدرے تفصیل سے بات ہوگی۔ میں ذاتی طور پر اس کا بہت خواہاں رہا کہ مولانا ابوللیث سے بالمشافہ رابطہ کے ذریعے ان کی علمی اور تحریکی زندگی کا کچھ علم حاصل کروں۔ مگر سرسری ملاقات سے آگے بڑھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ اب میں نے اس خاص نمبر کو بغور تفصیل سے دیکھا اور یہ جاننے کی سعی کی کہ مرحوم میں بڑائی کا کیا جوہر تھا؟ چند اشارات (اقتباسات) آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

خاص نمبر کے اداریہ "دانائے راز" کا ایک جملہ:

"وہ سمندر سے زیادہ گہرے اور ہمالیہ سے زیادہ ٹھوس تھے"

مزید: "جماعت کا جو شورائی نظام ہے، اس میں ہر ایک اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے اور اس میں اس بات کی گنجائش کم رہتی ہے کہ کوئی اپنی بات من چاہے طریقے سے منوالے۔ لیکن اس میں یہ گنجائش ضرور رہتی ہے کہ کوئی بھی فرد ایک مسئلہ اٹھا کر اس پر دلائل فراہم کر کے اور فوری طور پر لوگوں کو مطمئن کر کے اس کے مطابق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فیصلہ کرا لے۔"

برصغیر کی تقسیم کے نتیجے میں جماعت اسلامی بھی ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو تقسیم ہو گئی۔ ایک حصہ پاکستان میں اور دوسرا ہندوستان میں۔ طارق فار قلیط فلاحی صاحب نے لکھا ہے کہ:

"اگر یہ کہا جائے تو خلاف واقعہ نہ ہو گا کہ صفِ اول کے افراد پاکستان چلے گئے۔ اور ہندوستان میں کچھ ارکان، کارکنان اور متفقین بچ گئے ——— یہاں جو لوگ موجود تھے ان میں قائدانہ صلاحیتیں اور اجتہادی قوتیں تقریباً نہیں کے برابر تھیں۔ ایسے علمائے کرام بھی تھے جو قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے، لیکن فیلڈ میں اترنے کی ہمت ان میں نہیں تھی ...... مرکزی نظم ختم ہو گیا تھا...... تاہم یہاں کے رفقاء کے اندر یہ بات اول روز ہی سے موجود تھی کہ یہ کام جو شروع ہوا ہے، اس کو جاری رہنا چاہیے"

لیکن ساتھ ہی وہ مابعد تقسیم کے منظر کو بیان کرتے ہیں کہ:

"قتل کے خون سے زمین کا سینہ سرخ ہو گیا، آہ و فغاں سے فضا کانپ اٹھی۔ بلا مبالغہ ہزاروں افراد (بلکہ لاکھوں۔ راقم ہذا) تہ تیغ کیے گئے اور سینکڑوں بستیاں اجاڑی اور جلائی گئیں۔ ایسے حالات میں ایمان پر باقی رہنا اور اپنے آپ کو مسلمان کہنا ایک بڑی بات تھی، چہ جائیکہ کوئی تحریک چلائی جائے۔ ...... ایک طبقہ ایسا بھی وجود میں آیا جو اگرچہ بہت قلیل تھا، جس کا کہنا تھا کہ اب ہندوستان کے حالات تحریک اسلامی کے لیے مفید نہیں رہے اس لیے ..... تبلیغی جماعت کے خطوط پر کام شروع کر دینا چاہیے۔" (ایسے لوگ ہمیشہ پائے جاتے ہیں کہ کسی مشکل یا تاخیر کار کو دیکھ کر فوراً اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ تحریک کے نظامِ کار کو بدل دیا جائے۔ مگر ایسے لوگ تاریخ کے دامن کو ہمیشہ داغ دار کر کے رسوا ہوتے ہیں ——— راقم سطور ہذا)

کچھ لوگوں کی رائے یہ تھی کہ مولانا مودودیؒ پاکستان ہی سے رہنمائی کرتے رہیں اور بھارت میں کسی نئے امیر کے بجائے ایک قیم مقرر کر دیا جائے جو مولانا مودودیؒ کی ہدایات کے مطابق کام چلائے۔

مگر اس طرح کی باتوں کو درکنار رکھتے ہوئے ۱۶ ر ۱۷ ر ۱۸ اپریل ۱۹۴۸ء کو ایک اجتماع بھارتی نظم جماعت کے مسئلے پر غور کرنے کے لیے بلایا گیا۔ تقریباً ۲۷ افراد مدعوئین تھے۔ ایجنڈے میں مرکز جماعت اور امیر کے انتخاب کے لیے دو مسئلے اہم تھے۔ اس اجتماع میں مولانا مودودیؒ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا ابواللیث کے درمیان جو خط و کتابت ہوتی رہی تھی اس کو پڑھ کر سنایا گیا۔ پُر اضطراب ماحول میں طرح طرح کے اعتراض اٹھے' مگر بالآخر بعد دوپہر کی نشست میں ۲۶ اپریل بروز جمعہ انتخاب امیر کا مسئلہ موضوع بن گیا۔ چند نام تجویز کیے گئے۔ آخری مرحلے پر مولانا اختر احسن صاحب نے مولانا ابواللیث اصلاحی کا نام پیش کیا' حسنین سید صاحب نے تائید کی' تھوڑی سی گفتگو کے بعد اسی نام پر اتفاق ہو گیا۔

اب میں چند باتیں مختصراً ان کی دینداری اور سیرت کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ مولانا محمد سلمان قاسمی بتاتے ہیں کہ چند مخیر اصحاب نے مولانا کی خدمت میں عرض کیا' ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جماعت کے بیت المال کی پوزیشن اچھی نہیں ہے' اس لیے ہم ایک رقم پیش کرتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا۔

"پہلے تو یہ بتایئے کہ ہمارے بیت المال کا راز آپ کو کیسے معلوم ہوا ہے دوسری بات یہ ہے کہ یہ رقم جو آپ لائے ہیں حلال کمائی کی ہے؟ ان دونوں باتوں کے صحیح جوابات کے بغیر ہم یہ رقم نہیں لے سکتے؟"

یہ ہے کسی اسلامی تحریک کے سربراہ کی شان! مزید ملاحظہ ہو! وہی راوی بتاتے ہیں کہ جب پولیس کا عملہ:

"سردیوں کے زمانے میں سحر کے وقت آپ کو گرفتار کرنے اور مکان کی تلاشی کے لیے آپ کے مکان میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر کہ آپ کی چارپائی پر پیال بچھا ہوا ہے' حیرت میں پڑ گیا۔"

مولانا محمد سلمان قاسمی نے یہ روایت بھی کی کہ:

"میں نے ایک صاحب کے سامنے پوچھا' مولانا! دینی جماعت کی قیادت غیر عالم دین کے ہاتھ میں چلی جائے تو جماعت کا کیا ہو گا۔ بڑی حسرت سے فرمایا: ایسا پاکستان میں ہو گیا۔ مصر میں ہو گیا' کچھ لوگ ہندوستان میں بھی یہی چاہتے ہیں۔"

شمس پیرزادہ بتاتے ہیں:

"ان میں احساس برتری بالکل نہیں تھا شوریٰ کی نشستوں میں اپنے خیالات کا اظہار سب سے اخیر میں فرماتے اور اس طرح فرماتے کہ غرۂ علم کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ ہوتا۔"

نیز:

مولانا نمائشی کام کبھی پسند نہیں کرتے تھے اور جماعت کے اندر انہوں نے کبھی نمائشی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کاموں کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ پروپیگنڈا ٹائپ کی چیزوں سے بھی وہ سخت احتراز کرتے تھے۔ ظاہرداری کے مقابلہ میں ان کی نگاہیں باطنی اوصاف پر ہوتیں۔"

مرحوم کی صاحبزادی ساجدہ بتاتی ہیں کہ:

"ہمیشہ ایک تہائی شب میں بیدار ہو جاتے اور بعد نماز تہجد انتہائی خشوع و خضوع اور گریہ و زاری کے ساتھ دعا و توبہ و استغفار میں مصروف رہتے"۔

وہ بتاتی ہیں کہ دوسری بار جب ان کا انتخاب کیا گیا تو والدہ کے انتقال کے بعد گھر کے حالات بہت پیچیدہ تھے۔ وہ تین دن اپنی مشکلات اور جماعتی ذمہ داری کے سلسلے میں پریشانی ظاہر کرتے رہے۔

"ایک رات ان کو بالکل نیند نہ آسکی اور رات ایک دو بجے کے قریب مسجد چلے گئے' لہٰذا انہوں نے پوری رات نماز دعا اور استخارہ کرنے میں گزاری۔ اس کے بعد صبح تک امارت کی ذمہ داری اٹھا لینے پر اپنے آپ کو آمادہ اور مطمئن محسوس کرتے۔"

انہوں نے یہ اظہار بھی کیا کہ پوری جماعت کا مطالبہ ہے اور میں اگر اس کام کو کر سکتا ہوں تو خدا کے ہاں کہیں اس پر جواب طلبی نہ ہو جائے کہ تم نے اس ذمہ داری سے گریز کیوں کیا۔

محمد شعیب مدنی بتاتے ہیں کہ:

"۵ دسمبر ۹۰ء دس بجے دن مولانا اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے رب سے جا ملے۔ انتقال کے نصف گھنٹہ قبل بھی دو رکعت نماز ادا کی تھی۔ مولانا کے آخری کلمات یہ ہیں "نماز پڑھ لوں"۔

مولانائے مرحوم کی دو علمی آرا' سلطان احمد اصلاحی بیان کرتے ہیں' ان میں سے ایک عرض ہے۔ مولانا سے علامہ فراہیؒ کی تفسیر سورۃ ابابیل کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ تَرْمِیْھِمْ کا مرجع ابابیل کے بجائے اہلِ مکہ کو قرار دیتے ہیں۔ فرمایا:

"اجی' مجھ کو تو مولانا فراہیؒ کی یہ رائے ان کی بالکل اپج معلوم ہوتی ہے۔"

کہنے کی بہت سی باتیں ہیں مگر۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

(ن - ص)

© rasailojaraid.com